* محمد سخی خان
** ڈاکٹر عبدالواجد

اردو نثری ترجمہ ہیر وارث شاہ از شریف کنجاہی کا تجزیاتی مطالعہ

Abstract:

Translations are playing an important role to convert the world into a global village. Urdu has a great ability to translate any kind of script. Heer Waris Shah is a famous poetic master piece of Punjabi language. Syed Waris Shah wrote it in 1766-67 and Sharif Kunjahi translated it into Urdu in 1991-92. It was the first Urdu translation of Heer Waris Shah. Shrif Kunjahi was an experienced translator and handled this difficult task very skillfully. This article is an over view of the abilities and translation skills of Sharif kunjahi. This article also discussed the Type and objectives of this translation.

Keywords: *Translate, Script, Heer, Waris Shah, Shrif Kunjahi, Abilities*

انسان کے علمی و ادبی ارتقاء میں افراد یا اقوام کی انفرادی کاوشیں ناکافی ہیں اس لیے انسان فطری طور پر ایک دوسرے سے اخذ واستفادے کا عادی ہے۔انسانی معاشرہ لسانی طور پر منقسم ہے۔اس لیے علم و ادب کی تخلیق مختلف زبانوں میں ہوتی ہے۔ترجمے کے ذریعے ایک زبان کا علم و ادب دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے۔ترجمہ ہر زمانے میں اہم رہا ہے لیکن آج کی تیز رفتار انسانی ترقی کے دور میں ترجمے کی ضرورت واہمیت میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ بقول اے۔کے بروہی:

> ''ہر وہ شخص جو کسی ایسی کتاب کو میرے لیے لائقِ حصول بناتا ہے جس کی زبان سے میں واقف نہیں، وہ مجھے اپنے ذہن کی محدود سرحدوں سے بالاتر ہونے کا موقع فراہم کر کے مجھ پر ساری زندگی کا احسان کرتا ہے۔''(1)

گویا مترجم مختلف زبانیں بولنے والوں کی ذہنی سرحدوں میں وسعت کا باعث بنتا ہے۔ترجمہ مختلف ثقافتوں کے مابین قرب پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ زبانوں، ثقافتوں، ذہنی رجحانات اور جذباتی رویوں کا سفر ہی دراصل انسانی ارتقاء کی بنیاد ہے۔ترجمہ فقط اصل کی نقل تیار کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ خود

سے ایک فن ہے۔ بقول ظ۔انصاری:

''ترجمہ بجائے خود ایک مستقل علم ہے اور اس علم میں اضافہ بھی ہے۔''(2)

ترجمہ علم تو ہے ہی مگر ساتھ ہی ساتھ مترجم کی طرف سے کسی حد تک اس علم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔جس سے اس علم کی وسعت بڑھ جاتی ہے۔ترجمے کے ذریعے نہ صرف خیالات کا تبادلہ ہوتا ہے بلکہ اس سے زبانوں کو اظہار کے نئے قرینے مہیا ہوتے ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''ترجموں کی اہمیت یہ ہے کہ ایک طرف تو اس کے ذریعے نئے خیالات زبان میں داخل ہوتے ہیں۔جس سے ذہنی جذب وقبول کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور دوسری طرف زبان کی قوت اظہار میں نئے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔''(3)

تراجم کے ذریعے مختلف زبانیں بولنے والے ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔جیلانی کامران کہتے ہیں:

''ترجمہ اصل میں دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے مابین پل کا کام دیتا ہے۔''(4)

تراجم کے ذریعے انسانی خیالات و احساسات جغرافیائی سرحدوں کے مقید نہیں رہے۔ایک قوم یا ایک زبان بولنے والے گروہ کے تجربات دوسروں کے لیے رہنمائی کا سبب بنتے ہیں۔آج کا انسان نت نئے تجربات سے آشنا ہو رہا ہے۔خصوصاً سائنس کے میدان میں ترقی کی رفتار بہت تیز ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نئے علوم پر مبنی کتب کے تراجم کیے جائیں تاکہ ان علوم سے استفادہ کیا جائے۔

تراجم صرف سیاسی و معاشرتی مقاصد کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ ان کے ذریعے مختلف اقوام کے افکار سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ڈاکٹر سجاد باقر رضوی لکھتے ہیں:

''اقوام کے درمیان لین دین اور افہام وتفہیم محض معاشی وسیاسی سطح پر نہیں ہوتی، فکری اور تہذیبی سطح پر بھی ہوتی ہے۔اس سطح پر دیکھا جائے تو ترجموں کی اہمیت ووقعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔''(5)

تراجم کی بدولت نئی راہیں کھلتی ہیں۔ نئے خیالات اور نئی سوچ پیدا ہوتی ہے۔شان الحق حقی کہتے ہیں کہ:

'' ہر اچھی کتاب کا ترجمہ ذہنی کشادگی کے علاوہ خود زبان میں بھی کشادگی اور اضافے کا باعث ہوتا ہے۔''(6)

ادبی تراجم اور ان کی اہمیت:

ادب دنیا کی ہر زبان میں تخلیق ہوتا ہے۔تخلیق ادب کے جواز کے بارے میں ڈاکٹر سہیل احمد

خان کہتے ہیں کہ:

''تخلیق ادب کے نمائندے تحریکِ تخلیق کے دباؤ کے تحت ادب تخلیق کرتے ہیں۔''(7)

گویا ادب تخلیقی دباؤ کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔ترجمے کا تحرک بھی اسی طرح کا ہے۔ترجمہ کے جواز کے بارے میں ڈاکٹر سہیل احمد خان کہتے ہیں:

''جواز خود تراجم کے اندر موجود ہوتا ہے۔ ....وہ باتیں جو وہ خود نہیں کر سکتے انہیں ترجموں کی زبان سے ادا کر رہے ہیں۔''(8)

تخلیق کی طرح تراجم کا تحرک بھی مترجم کی ذات کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔یعنی کوئی خاص صورتِ حال کسی مترجم کو ترجمے پر اکساتی ہے۔ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں کہ:

''مترجم ایک پابند شخص نہیں ہے بلکہ ایک پابند فنکار ہے، جو صرف اس وقت اطمینان کا سانس لیتا ہے جب دل کی راکھ انڈیلنے کو اسے ایک مناسب برتن مل جاتا ہے۔''(9)

مرزا حامد بیگ کے خیال میں:

''دنیا کی بہت سی معاشرتی اور ذہنی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت کا نتیجہ ہیں۔''(10)

نظریات کا ایک خطے سے دوسرے خطے تک پہنچنا تراجم کے مرہونِ منت ہے۔تراجم کے ذریعے دنیا کے مختلف خطوں تک وہ باتیں پہنچتی ہیں جو اس سے پہلے اس خطے کے لوگوں کے علم میں نہیں ہوتیں یا جن کے بارے میں اس خطے کے لوگوں کی معلومات محدود ہوتی ہیں۔

نثری وشعری ادب کے ترجمے سے جو اثرات سامنے آتے ہیں وہی دراصل اس ترجمے کے مقاصد ہوتے ہیں۔تراجم کے اثرات زبان وادب پر بھی پڑتے ہیں اور یہ اثرات انسانوں کی انفرادی یا اجتماعی زندگیوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ جہاں تک تراجم کے مقاصد کا تعلق ہے تو اس کے اہم مقاصد کسی بھی زبان کے ادب کو نئے موضوعات سے متعارف کرانا، اسے مختلف مفاہیم کی ادائیگی کے قابل بنانا، ایسے موضوعات جن پر طبع زاد تحریر سے سیاسی ومعاشرتی مسائل پیدا ہونے کا امکان ہو ان موضوعات کو ترجمے کے ذریعے بیان کر دینا، کسی بھی زبان کے ادب کو نئی اصنافِ سخن سے متعارف کرانا، نئے اسالیب تخلیق کرنا، زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنا، ایسی زبان جو ناپید ہوتی جا رہی ہو، اس کے ادب کو کسی ترقی پذیر زبان میں منتقل کر کے محفوظ بنانا۔ عالمی ادب کے شہرہ آفاق فن پاروں کو کسی بھی زبان کے قارئین سے متعارف کرانا اور نظریات سے وابستگی کی بنا پر ادبی تراجم کے ذریعے لوگوں کو ہم خیال

بنانا وغیرہ۔ادبی تراجم طبع زاد نہ ہوتے ہوئے بھی کم اہم نہیں ہوتے۔کسی ادبی فن پارے کے مترجم کے بارے میں ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں کہ:

''مترجم، خالق یا شاعر نہیں ہے بلکہ محض لفظوں کا ماہر ہے یعنی وہ خود کچھ نہیں کہنا چاہتا۔تاہم ہمیں اس تصور کی تردید کرنی چاہیے۔''(11)

ادب کے میدان میں ترجمے اور مترجم دونوں کو اہمیت حاصل ہے۔تراجم کے ذریعے تازہ خیالات، اصناف، موضوعات، اسلوب اور استعارات متعارف ہوتے ہیں۔ڈاکٹر سہیل احمد خان کہتے ہیں:

'' ترجمہ ہمارے ادب کے خمیر میں شامل ہے۔ ..... تخلیقی ادب کی بہت سی اعلیٰ شکلوں کے پیچھے ترجمے یا اخذ شدہ چیزوں کی چمک بھی موجود ہے۔''(12)

تراجم کے ذریعے اردو ادب میں متعدد اصناف متعارف ہوئیں۔ ناول، ڈراما، افسانہ اور نظم وغیرہ جیسی اصناف انگریزی تراجم کی دین ہیں۔غزل کی صنف فارسی سے آئی ہے۔اسی طرح ہائیکو جاپانی زبان کی شاعری کی ایک صنف ہے۔ اردو ادب کے اسلوب پر بھی تراجم کی بدولت اثرات مرتب ہوئے۔ اردو ادب میں سادہ اور سلیس زبان کا استعمال تراجم کے سبب شروع ہوا۔ زبان کی ترقی اور نشوونما کے لیے دیگر زبانوں کی تقلید کرنا مفید اور ضروری ہے۔انیس ناگی کہتے ہیں:

''قومی عمل میں ترقی یافتہ زبانوں سے تعلق رکھنا اگر ناگزیر نہیں تو ضروری ہے۔ اس لیے کوئی زبان تنہائی میں نشوونما نہیں پا سکتی۔''(13)

تراجم نے عالمی ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔آج عالمی ادب جس مقام کو پہنچا ہے اس میں تراجم نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔اقوام کے ادب پر عروج وزوال آتا رہتا ہے اور زوال کی سی صورت حال میں تراجم اپنا کردار نبھاتے ہیں۔سید غفران الجیلی لکھتے ہیں:

''بصیرت رکھنے والی اقوام نے علمی و ادبی کارناموں کو اپنی ہی قومی زبان میں اور بہت جلد اقوام عالم میں اپنا مقام بلند کر لیا۔ جاپان اور چین کی مثالیں سامنے ہیں۔فرانس، اٹلی اور جرمنی بھی اپنی ہی زبانوں میں علمی و ادبی کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ افریقہ اور برطانیہ تک دوسری زبانوں میں ہونے والے کاموں کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر لیتے ہیں۔''(14)

علم وادب کو اقوام کی مشترکہ میراث مانا جاتا ہے۔ترجمے کے عالمی تناظر سے متعلق ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

''دنیا بھر میں ترجمہ کے متعلق تقریباً 982 جریدے شائع ہوتے ہیں۔ ..... کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی کئی معاشرتی اور ذہنی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت کا

نتیجہ ہیں۔''(15)

تراجم ادب کے ساتھ ساتھ ادیب کو بھی زبان و بیان کے نئے آہنگ اور اسالیب سے آشنا کرتے ہیں۔خصوصاً ہمارے ہاں کے شعراء نے زبان و بیاں کے سلسلے میں فارسی سے کافی اثر لیا۔ فارسی تراکیب، استعارے، تشبیہیں اور بحور وغیرہ سے استفادہ عام رہا ہے۔بعض شعراء نے فارسی اشعار کے اتنے عمدہ تراجم کیے ہیں کہ ان پر ترجمہ کے بجائے تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔مرزا غالب نے شیخ سعدی کا یہ شعر کتنی خوبصورتی سے ترجمہ کیا ہے:

گفتہ بودم غم دل با تو بگویم چو بینائی
چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بینائی (شیخ سعدی)
ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے (مرزا غالب)(16)

غالب کے تراجم کی بابت شان الحق حقی کہتے ہیں:

''یہ بات درست نہیں کہ طباطبائی کی گورغریباں سے ترجمے کی ابتدا ہوئی اس کا آغاز مرزا غالب سے ہوا۔''(17)

مرزا غالب کے علاوہ بھی متعدد شعراء نے فارسی سے اخذ و ترجمہ کیا۔ بقول ڈاکٹر مرزا حامد بیگ:

''بڑا مترجم وہ ہے جو متمول زبانوں سے ترجمہ کرتے وقت یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی اپنی غریب زبان کے رہے ہوئے کھانچے بھر جائیں۔''(18)

زبانوں کے ارتقاء کی تاریخ بتاتی ہے کہ زبانیں ایک دوسرے سے مختلف انداز میں لین دین کرتی ہیں۔زبانیں ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں اور ساتھ ہی ایک دوسرے کی راہنمائی بھی کرتی ہیں۔

شریف کنجاہی کا اردو نثری ترجمہ ہیر وارث شاہ:

ہیر وارث شاہ پنجابی کلاسیکی شعری ادب کی ایک اہم داستان ہے۔یہ داستان وارث شاہ نے 1180 ہجری بمطابق 67-1766 عیسوی میں مکمل کی۔تقریباً ایک صدی تک وارث شاہ کا کلام قلمی نسخوں کی صورت میں محفوظ رہا۔ بعد ازاں چھاپہ خانوں کے قائم ہونے کے بعد جب اس کے مطبوعہ ایڈیشن شائع ہوئے تو قارئین کی ضرورت کے پیشِ نظر اس کے متن کے ساتھ شرح و فرہنگ بھی شامل کی جانے لگیں۔شریف کنجاہی نے اس اہم پنجابی داستان کا پہلا نثری اردو ترجمہ کیا۔شریف کنجاہی کا یہ اردو ترجمہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی جلد 1991ء میں جب کہ دوسری جلد 1992ء میں اکادمی ادبیاتِ پاکستان اسلام آباد سے شائع ہوئی۔ گویا شریف کنجاہی نے ہیر وارث شاہ کا یہ پہلا نثری ترجمہ

1992ء میں مکمل کیا۔اس طرح اس داستان کی تکمیل اور اس کے پہلے نثری ترجمے تک کی درمیانی مدت تقریباً دوسوپچیس سال ہے۔ اتنی قدامت کی حامل پنجابی زبان میں گو کہ نمایاں تغیر نہیں ہے پھر بھی اس داستان کے کئی الفاظ وتراکیب کو سمجھنا خاصا مشکل کام ہے۔شریف کنجاہی نے اس مشکل کام کو خاصی محنت سے مکمل کیا ہے۔

الف۔ اردو نثری ترجمہ ہیر وارث شاہ کے مقاصد:

شعر و ادب کے تراجم کا بنیادی مقصد ایک زبان کے ادب کو دوسری زبان تک پہنچانا ہے مگر پاکستانی زبانوں کے ادب کو پاکستان کی قومی زبان میں منتقل کرنے کے کچھ خصوصی مقاصد بھی ہیں۔اس ترجمے کے ابتدائی صفحات میں'' عرضِ ناشر'' کے تحت افتخار عارف اس ترجمے کے مقاصد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> '' اکادمی ادبیات پاکستان کے اشاعتی منصوبے کے تحت پاکستانی زبانوں اور ان کے ادب کی ترویج وفروغ کے ضمن میں مختلف سلسلے اشاعت وطباعت اور ترتیب و تدوین کے مرحلوں سے گزر رہے ہیں۔قومی زبان میں دیگر پاکستانی زبانوں کے عظیم ادبی کارناموں کو منتقل کرنے کا کام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اس پروگرام کے پہلے مرحلے میں شاہ عبداللطیف بھٹائی، خوشحال خان خٹک، جام دُرک اور وارث شاہ کے کلام کے تراجم پیش کیے جا رہے ہیں جو بلاشبہ ہمارے اجتماعی ادبی دھارے کے حوالے سے ایک قابل ذکر قومی خدمت گردانی جائے گی۔ یہ منثور تراجم ادب کے ذریعے قومی یکجہتی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں مد و معاون ثابت ہوں گے۔''(19)

اکادمی ادبیات پاکستان نے قومی یکجہتی کے مقاصد کے تحت یہ ترجمہ کرایا تاکہ پاکستانی زبانوں کا منتخب ادب پاکستان کے اجتماعی ادبی دھارے میں شامل ہو سکے۔ اجتماعی ادبی دھارے میں پاکستانی زبانوں کے ادب کی شمولیت سے نہ صرف ہمارا اجتماعی ادب مضبوط ہوگا بلکہ ساتھ ہی پاکستانی زبانوں کے ادب کو بھی نئی زندگی ملے گی۔ یہی وہ مقاصد تھے جن کے تحت یہ ترجمہ کیا گیا۔

ب۔ ہیر وارث شاہ کے ترجمے کی ضرورت:

اکادمی ادبیات پاکستان نے جب پاکستانی زبانوں کے ادب کو قومی زبان اردو میں ترجمہ کرانے کا منصوبہ بنایا تو پنجابی ادب سے ہیر وارث شاہ کو ہی دوسرے تمام پنجابی ادب پر ترجیح دی گئی کیونکہ اس میں پنجاب کے لوگوں کی معاشی ومعاشرتی زندگی،رسوم و رواج،جذبات و احساسات،مشاغل

اور اس طرح کے پہلوؤں کی عکاسی کا عنصر دیگر تمام کلاسیکی پنجابی شعرا کے کلام کی نسبت زیادہ ہے۔ مترجم کے لیے دیگر زبانوں کا علم ضروری ہے اور شریف کنجاہی پنجابی، اردو، انگریزی، عربی اور فارسی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ اس ترجمے سے قبل وہ انگریزی، عربی اور فارسی سے پنجابی اور پنجابی سے اردو تراجم کر چکے تھے۔ زبانوں کی طرح موضوعات کے لحاظ سے بھی ان کے تراجم میں خاصی وسعت موجود ہے۔ انہوں نے ترجمے کے لیے مختلف موضوعات کا انتخاب کیا۔ بدیسی تحریروں میں برٹرینڈ رسل کی کتاب ''Road to Freedom'' کا اردو ترجمہ ''آزادی کی راہیں'' کے نام سے 1939ء میں کیا پھر آزاد سماج کے نام سے کروپاٹکن کی کتاب ''Conquest of bread'' کے ابواب ''دولت''، ''خوشی''، ''ملکیت کا خاتمہ'' اور انارکسٹ فلسفہ حیات کا ترجمہ کیا۔ 1977ء میں علامہ اقبال کی دو تحریروں کا ترجمہ کیا۔ ''جاوید نامہ'' کا منظوم پنجابی ترجمہ اور بعدازاں ''علم الاقتصاد'' کا پنجابی ترجمہ کیا۔ 1992ء میں ''خطباتِ اقبال'' کا پنجابی ترجمہ کیا۔ مذہبی موضوعات میں پنج سورہ کا منظوم پنجابی ترجمہ (1980)، نبی پاک ﷺ کے خطبے (پنجابی ترجمہ) اور قرآن مجید کا پنجابی ترجمہ دو جلدوں میں کیا۔ انہوں نے اس ترجمے سے قبل بابا فرید کی شاعری اور پنجابی شاعری کے انتخاب کو بھی پنجابی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

ہیر وارث شاہ پنجابی زبان کی ایک طویل منظوم رومانوی داستان ہے جس کو پنجابی شعری ادب میں اہم مقام حاصل ہے۔ شریف کنجاہی نے ہیر وارث شاہ کا نثری اردو ترجمہ کر کے ایک اہم کام سر انجام دیا ہے۔ ہیر وارث شاہ کو کئی لوگوں نے مرتب کیا تاہم ترجمہ کرتے وقت شریف کنجاہی نے شریف صابر اور شیخ عبدالعزیز بار ایٹ لاء کے مرتب کردہ نسخوں کو مدِ نظر رکھا ہے۔

شریف کنجاہی نے اس ترجمے میں متن اور صاحب متن کا خیال رکھا ہے۔ جن الفاظ کو وہ سمجھ نہ پائے یا جہاں وارث شاہ نے بات کو دانستہ مبہم چھوڑ دیا وہاں الفاظ اور عبارت کو اسی طرح رہنے دیا۔ اس ترجمے میں حذف و اضافہ بہت کم ہے جو مترجم کی متن سے واقفیت کا ثبوت ہے۔ اسی لیے اکادمی ادبیات پاکستان نے اس ترجمے کے بارے کہا ہے کہ:

> ''پنجابی اور اردو کے ممتاز و محترم شاعر اور محقق جناب شریف کنجاہی کا یہ سادہ اور دلنشین نثری ترجمہ پنجابی زبان سے براہِ راست واقفیت نہ رکھنے والے خواتین و حضرات کے لیے استفادہ کا ایک قابلِ اعتبار وسیلہ ہوگا۔''(20)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شاعری کا نثری ترجمہ کرنا مناسب تھا؟

مظفر علی سید کے مطابق رابرٹ فراسٹ نے کہا تھا کہ شاعری اس چیز کا نام ہے جو ترجمے سے باہر رہ جائے اور شبلی کے نزدیک شاعری کا ترجمہ کسی پھول کو کیمیاوی تجزیے کا حدف بنانے کے مترادف ہے۔(21) ایلیٹ نے شاعری کے دوسری زبان میں ترجمے کو ناممکن کہا ہے۔(22) شاعری کے منظوم تراجم

کی طرح شاعری کے نثری تراجم کے حوالے سے ماہرین کی آرا مختلف نوعیت کی ہیں۔ شان الحق حقی شاعری کے نثری تراجم کے بارے میں کہتے ہیں: ''نظم کا ترجمہ نثر میں میرے نزدیک محالات سے ہے کہ وہ جنس ہی اور ہو جاتی ہے۔ افادیت ہو تو ہو ادبیت باقی نہیں رہتی۔''(23)

مندرجہ بالا آراء کی رو سے شاعری کا منظوم یا منثور دونوں طرح کا ترجمہ نہیں ہو سکتا مگر کچھ ماہرین شاعری کے نثری تراجم کے حق میں بھی ہیں۔ جیلانی کامران کہتے ہیں کہ: ''اگر شاعری کو شاعری میں ترجمہ کیا جاتا تو شیکسپیئر زندہ نہ رہتے۔''(24) اسی طرح نظیر صدیقی نے شاعری کے منظوم ترجمے کی بجائے نثری ترجمے کو بہتر خیال کیا ہے۔(25) اس داستان کے منظوم تراجم کو زیادہ پذیرائی اس لیے نہ مل سکی کیونکہ یہ ایک طویل داستان ہے اور اس کے متن کی نوعیت ایسی ہے جس کی بنا پر پوری داستان کے ترجمے میں یکساں معیار برقرار رکھنا مشکل ہے۔ طویل بندوں کے لیے قوافی کا اہتمام اور ہیر وارث شاہ کی بحر میں اس کا اردو ترجمہ کرنا آسان کام نہیں۔

وارث شاہ کی شاعری میں جس تہذیب کا احوال درج ہے اس کی نوعیت عمومی شاعری سے مختلف ہے۔ ان کی شاعری کے ترجمے کے تناظر میں ڈاکٹر سہیل احمد خان کا یہ قول مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی علاقائی زبان یا قریب کی تہذیب کی شاعری کا ترجمہ کرنا ہو تو نثری ترجمہ بہتر ہے۔(26) ہیر وارث شاہ کی زبان علاقائی ہے اور تہذیب بھی قریب ہی کی ہے اس لیے یہ ترجمہ ڈاکٹر سہیل احمد خان کی رائے کے عین مطابق ہے۔

ہیر وارث شاہ پنجابی کلاسیکی ادب کی ایک اہم منظوم رومانوی داستان ہے مگر موضوعات کے لحاظ سے یہ داستان وارث شاہ کے زمانے کے معاشرے کی ایک جامع تصویر پیش کرتی ہے۔ وارث شاہ کی تصویر کشی کے بارے میں مظہر الاسلام لکھتے ہیں کہ:

> ''انھوں نے دو طریقے استعمال کیے ہیں یعنی مصوری اور فوٹو گرافی.....
> مصوری میں مصور اپنے تخیلات کو بھی تصویر میں شامل کر دیتا ہے.....اس کے برعکس فوٹو گرافی حقیقت کا من وعن پرتو ہوتا ہے۔ آپ کیمرہ کو ایک جگہ فکس کر دیں، اس کے سامنے سے جو بھی گزرے گا، اس کی فوٹو من وعن ویسی ہی ہو گی۔''(27)

ہیر وارث شاہ مرقع نگاری کا نمونہ ہونے کیساتھ ساتھ تاریخی حیثیت بھی رکھتی ہے مگر اس کی اصل پہچان اور وجہ شہرت اس کی ادبیت ہے، اس طرح ہیر وارث شاہ کا یہ ترجمہ بنیادی طور پر ادبی تراجم کے زمرے میں آتا ہے۔ ہیر وارث شاہ کا متن اور ترجمہ، مقاصد کے لحاظ سے بھی دونوں ادبی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہیر وارث شاہ میں عام بول چال کی بامحاورہ پنجابی زبان استعمال کی گئی ہے۔محاورے کے الفاظ میں لغوی معنوں کی بجائے مرادی معنوں کی دلالتیں موجود ہوتی ہیں۔ اس لیے محاورے کا لفظی ترجمہ محاورے کی کامل ترجمانی نہیں کر پاتا۔محاورے کا ترجمے کرتے ہوئے بعض مترجم اس کا مفہوم بھی پیش کر دیتے ہیں لیکن ماہرین کی نظر میں ترجمے میں محاورے کے بدلے محاورہ لانا سب سے بہتر عمل ہے۔شریف کنجاہی نے ہیر وارث شاہ کے ترجمے میں اکثر مقامات پر پنجابی محاورے کے بجائے اردو محاورہ لانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔مثلاً:

جے میں اُٹھ کے پان پت لاہ سٹاں پینچ ایہ نہ کسے گرانوں دائے (ایضاً،ص296)

اس مصرعے میں پنجابی زبان کا محاورہ'' پان پت لاہ سٹن''موجود ہے۔شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا ہے:''اُٹھ کر میں اس کی ساری اکڑ خاک میں ملا دوں، یہ کون سا کسی جگہ کا پنج ہے جو مجھے اس کا لحاظ ہو''[28] یہاں شریف کنجاہی نے''پان پت لاہ سٹاں'' کا ترجمہ اردو محاورے''اکڑ خاک میں ملانا'' سے کیا ہے۔ترجمے میں لایا گیا محاورہ مفہوم کے لحاظ سے اصل محاورے کے کافی قریب ہے۔محاورے کے ترجمے کی ایک مزید مثال حسبِ ذیل ہے:

بھابی آکھدی گنڈیا منڈیا وے اساں نال کیہ رکتاں چائیاں نیں (ایضاً،ص107)

اس مصرعے میں وارث شاہ نے پنجابی محاورہ''رکتاں چان''استعمال کیا ہے۔شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا:''بھاوج نے کہا اے غنڈے منڈے! تو نے ہمارے ساتھ یہ کیا دانتا کلکل لگا رکھی ہے''[29] یہاں''رکتاں چان'' کے متبادل اردو محاورہ''دانتا کلکل لگائے رکھنا'' استعمال کیا گیا ہے۔جس سے پنجابی محاورے کا مفہوم کافی حد تک ادا ہو گیا ہے۔اس طرح کی ایک مزید مثال یوں بھی ہے:

جے میں ہتھ لاواں، سروں لاہ لیندی، چا گھتدی چیک چہارڑی وو (ایضاً،ص445)

اس مصرعے میں پنجابی محاورہ''چیک چہارڑی گھتن''استعمال ہوا ہے۔ اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا گیا:''لیکن میں ہاتھ بھی لگاتا ہوں تو بگڑ جاتی ہے اور شور و واویلا مچانے لگتی ہے۔''[30] اس ترجمے میں''چیک چہارڑی گھتن''اور اس کے ترجمہ''شور و واویلا مچانا'' کا مفہوم یکساں ہے۔

بعض اوقات ایک زبان کے الفاظ، محاورات اور تراکیب کے متبادل دوسری زبان میں مترادف موجود نہیں ہوتے۔ایسی صورت میں مترجم لفظی ترجمے پر مجبور ہو جاتا ہے۔شریف کنجاہی کو بھی کئی مقامات پر لفظی ترجمے کا سہارا لینا پڑا۔مثال کے طور پر:

یا درب دی چھڈ کے کراں جھاڑے، ڈھونڈاں اُڈدیاں، چھڈ کے پھاہیاں نوں (ایضاً،ص444)

''پھاہیاں چھڈ کے اڈدیاں ڈھونڈن'' کے مترادف انگریزی ضرب المثل ہے کہ:

A bird in hand is better than two in the bush.

اس مصرعے کے ترجمے میں شریف کنجاہی نے لفظی ترجمے پر اکتفا کرتے ہوئے لکھا:''جال میں آئیوں کو چھوڑ کر اڑتیوں کو پکڑنے لگوں۔''(31)

لفظی ترجمے کی ایک مزید مثال حسبِ ذیل ہے:

راؤ راجے تے وید تے دیو پریاں، سبھ اوس تھوں ہتھ وکھانودے نیں (ایضاً،ص440)

اصل متن کے مطابق ''ہتھ وکھاون'' سے مراد ''طبی معائنہ کرانا'' ہے۔ شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے لکھا:''(سنا ہے) راؤ راجے اور وید ہی نہیں، دیو پریاں بھی اس کو اپنا ہاتھ آن کر دکھاتے ہیں۔''(32) اردو میں ''ہاتھ دکھانا'' سے مراد ''دھوکہ دینا'' لیا جاتا ہے۔ اس ترجمے سے یہاں محاورے کا درست مفہوم واضح نہ ہو سکا۔ اس ترجمے میں شریف کنجاہی نے کئی مقامات پر محاورے کے بعض الفاظ کو بدلنا مناسب نہ سمجھا۔ مثال کے طور پر:

ایتوار نہ پچھیا کھیڑیاں نے، جوگی آنداسیس مناونے نوں (ایضاً،ص451)

یہاں ''ایتوار نہ پچھنا'' کا ترجمہ کرتے ہوئے شریف کنجاہی نے ''کھیڑوں نے ایتوار نہ پوچھا'' ہی لکھا ہے تاہم فٹ نوٹ میں لکھا کہ ''اتوار نہ پوچھنا: کسی نیک دن کے شگون کا انتظار نہ کرنا۔''(33) اسی طرح بعض مقامات پر شریف کنجاہی کو مصلحتاً پورا جملہ بھی پنجابی ہی میں لکھنا پڑا۔ مثال کے طور پر:

اگوں لین آئیاں سیاں اوہٹڑی نوں ''جے توں آندڑی وے ویرا'' گائیونیں (ایضاً،ص221)

شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا ہے:''دلہن کے استقبال کو گاؤں سے لڑکیاں ''جے توں آندڑی وے ویرا'' گاتی ہوئی نکل آئیں۔''(34) اس مصرعے میں وارث شاہ نے دلہن کے استقبال کے لیے گائے جانے والے ایک گیت کا ذکر کرتے ہوئے گیت کے نام کے طور اس کے بول ''جے توں آندڑی وے ویرا'' لکھے ہیں اس لیے مترجم کے لیے پنجابی گیت کے نام کے اردو معنی لکھنا لازم نہ تھا۔

شریف کنجاہی نے اس ترجمے میں متعدد مقامات پر اسماء اور اصطلاحات کا ترجمہ کرنے کی بجائے ترجمے میں اصل متن کے الفاظ ہی درج کیے ہیں۔ مثال کے طور پر:

بنھ سرے تے واہل تیار ہویا، ترت ٹھہلنے دا سمیان کیتا (ایضاً،ص121)

اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا گیا:''وہ سر پر واہل باندھ کر دریا میں اترنے کو آمادہ ہو گیا۔''(35) یہاں پر پنجابی لفظ ''واہل'' کا ترجمہ کرنے کی بجائے اسے جوں کا توں ترجمے میں شامل کیا گیا ہے۔ سردار محمد خان کی مرتبہ لغت میں ''واہل'' کے معنی ''کھوکھلا، چکنی مٹی اور بال'' درج ہیں۔(36) جب کہ تنویر بخاری

نے لغت میں اس لفظ کا مطلب ''تیراک کے سر پر بندھے کپڑے'' لکھا ہے۔[37] سیاق وسباق کے لحاظ سے تنویر بخاری کی مرتبہ لغت میں ''واہل'' کے درج معنی ہی درست معلوم ہوتے ہیں۔اسی طرح کی ایک مزید مثال یوں بھی ہے:

گردن کونج دی، انگلیاں روانہہ پھلیاں، ہتھ کولڑے برگ چنار وچوں (ایضاً،ص127)

اس مصرعے کے ترجمے میں شریف کنجاہی نے ''روانہہ پھلیاں'' کو ''روانہہ پھلیاں'' ہی لکھا ہے۔[38] ''روانہہ پھلیاں'' دراصل لوبیا کو کہتے ہیں جسے ''روانس'' بھی کہا جاتا ہے۔

شریف کنجاہی نے متعدد مقامات پر اصطلاحات اور اسماء کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ اردو ترجمہ ہیر وارث شاہ میں ''چھوپے''، ''بھورے''، ''دھرپد''، ''سوہے'' وغیرہ کا ترجمہ کرنے کے بجائے انھیں اپنی اصل شکل یا معمولی تبدیلی کے ساتھ ترجمے میں شامل کیا ہے[39] کیوں کہ مخصوص پسِ منظر کے حامل الفاظ کو بدلنے سے اصل متن کی ترجمانی کا عنصر دب جاتا ہے۔ اردو اور پنجابی میں الفاظ کے لین دین کا رجحان معمول کی بات ہے نیز الفاظ کا لین دین زبانوں میں وسعت کا سبب بھی بنتا ہے۔

شریف کنجاہی نے اپنے ترجمے میں پنجابی زبان کے کئی عمدہ اردو متبادل بھی تلاش کیے ہیں جو ان کی زبان دانی اور ترجمے کے فن سے آگہی کی عکاسی کرتے ہیں۔مثال کے طور پر:

وارث شاہ بھنبھوت کس کڈھیائی، کتھوں نکلی پوجنی اگ ہے وے (ایضاً،ص301)

شریف کنجاہی نے اس مصرعے میں ''کس کڈھیائی'' اور ''کتھوں نکلی'' کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا: ''وارث شاہ یہ بھبھوت ملنے کی رسم کس کی ایجاد ہے اور آگ پوجنا کہاں سے چلا''[40] ایک اور جگہ ''توں کون ہنائیں'' کا ترجمہ ''تو کس باغ کی مولی ہے'' کیا۔[41] اس طرح کے تراجم کسی مترجم کے ترجمے کو لفظی ترجمے کی سطح سے بلند کر کے بامحاورہ ترجمہ بنا دیتے ہیں۔شریف کنجاہی نے تراکیب کے ترجمے کے لیے کئی خوبصورت اردو تراکیب بھی استعمال کی ہیں۔مثال کے طور پر:

کوئی اساں جیہا ولی سدھ ناہیں، جگ آنو دا نظر ظہور جیہا (ایضاً،ص300)

یہاں ''ولی سدھ'' کی ترکیب کا ترجمہ ''راست کار ولی'' کیا گیا ہے۔[42] اسی طرح ایک جگہ ''سُن سمادھ'' کی ترکیب کا ترجمہ ''شہرِ خاموشاں'' کیا ہے۔[43] لفظ ''سن'' کے لغوی معنی ''خاموشی اور سنسان جگہ'' کے ہیں۔ سنیاسیوں، جوگیوں اور راجاؤں کے مدفن کو ''سمادھی'' کہتے ہیں۔[44] ''سن سمادھ'' کے الفاظ خاموشی اور تنہائی کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔[45]

شریف کنجاہی کے اس ترجمے میں وارث شاہ کے استعمال کیے گئے پنجابی الفاظ کے لیے اردو کے مترادف الفاظ استعمال کرنے کا رجحان زیادہ نظر آتا ہے۔بعض جگہ پر پنجابی محاورے کی جگہ اردو محاورے بھی درج کیے گئے لیکن بیشتر پنجابی محاروں کا لفظی ترجمہ کیا گیا ہے۔کئی جگہ صرف مصرعوں کا مفہوم

بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔بعض مقامات پر مترجم نے متن میں اصلاح کے نام پر کچھ تبدیلیاں بھی کی ہیں۔اسماء کا ترجمہ کرنے کی بجائے ان کو جوں کا توں ترجمے میں شامل کیا گیا ہے۔بعض اسماء کو قدرے بدل کے ترجمے میں شامل کیا ہے۔داستان کے ڈرامائی انداز کے مکالموں کا بھی اکثر جگہ پر لفظی ترجمہ کیا گیا ہے۔یہ ترجمہ بہت حد تک لفظی ہے اور اس میں متن کی پیروی کی گئی ہے۔

اس ترجمے کا بنیادی مقصد جیسا کہ ناشر نے اس ترجمے کے آغاز پر ''عرضِ ناشر'' میں لکھا ہے، قومی یکجہتی ہے اور پاکستانی زبانوں کے ادب عالیہ کو قومی ادبی دھارے میں لانا ہے، لہٰذا اس ترجمے سے ہیر وارث شاہ کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔

ہیر وارث شاہ کے متن کی زبان میں پنجابی زبان کے تقریباً تمام لہجے اور ذیلی بولیاں بھی شامل ہیں اس لیے پنجابی زبان جاننے والوں کے لیے بھی اسے مکمل طور پر سمجھنا آسان نہ تھا، اس لیے اس ترجمے نے اس داستان کو سمجھنے میں آسانی پیدا کی ہے۔ چنانچہ یہ ترجمہ مقاصد کے حصول کے لحاظ سے کامیاب ترجمہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ ترجمہ ہیر وارث شاہ کے نثری تراجم کے آغاز کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوا اور اس کی تقلید میں اب تک متعدد تراجم منظر عام پر آ چکے ہیں۔

ایک صدی قبل اردو زبان کی ترجمے کی صلاحیت پر اٹھنے والے سوالات کو لاتعداد اردو تراجم نے بے بنیاد ثابت کیا ہے۔شریف کنجاہی کی یہ کاوش بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔فنی لحاظ سے ہیر وارث شاہ کا یہ پہلا نثری اردو ترجمہ ایک انتہائی اہم دستاویز ہے جس سے ہیر وارث شاہ کے نثری ترجمے کی مزید راہیں کھلیں گی۔پاکستانی زبانوں کے ادب کو قومی دھارے میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ پنجابی کے علاوہ دیگر پاکستانی زبانوں کے کلاسیکی اور لوک ادب کے اردو تراجم کیے جائیں تاکہ پاکستانی زبانوں کے ادب کا حسن قومی سطح پر نظر آئے۔

.....

References:

* Ph.D. Scholar, Pakistani Languages, AIOU. Islamabad

** Assistant Professor (urdu), Pakistani Languages, AIOU. Islamabad

1- A.K. Barohi- Adabi Zaviey''کل پاکستان اہل قلم کانفرنس ۱۹۸۳ء کے مقالات کا مجموعہ'' (Islamabad: Akadmi Adbiyat Pakistan, 1984)178,180.

2- Z-Insari- Tarjmey k Bunyadi Masael, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur Fun" (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 1985)102.

3- Jameel Jalbi, Dr.- Tanqeed aur Tajzia (Lahore: Universal Books, 1988)107.

4- Jilani Kamran, Prof.- Tarjmey ki Zaroorat, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur

Fun" (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 1985)26.

5- Sajjad Baqar Rizvi, Dr.- Afsanvi Adab ky Tarajm, Mashmoola, Urdu Zuban me Tarjmey ky Msael (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 1986)198.

6- Shan ul Haq Haqi- Adabi Tarajm ky Msael, Mashmoola, Urdu Zuban me Tarjmey ky Msael,222.

7- Sohail Ahmad, Dr.- Tarjma Talif, Talkhees aur Akhz Krny ka Fun, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur Fun", 65.

8- As Above, 66

9- Hamid Baig, Mirza, Dr.- Magrib sy Nasri Tarajm (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 1985)08.

10- As Above, 18.

11- As Above,10-11.

12- Sohail Ahmad, Dr.- Tarjma Talif, Talkhees aur Akhz Krny ka Fun, 67.

13- Anees Nagi- Tarjmey ki Zaroorat, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur Fun" 32.

14- Gafran aljeli, Seyyed- Fan-e-Tarjma ky Asool-o-Mubadiyat, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur Fun" 81.

15- Hamid Baig, Mirza, Dr.- Magrib sy Nasri Tarajm,18.

16- Ahmad Fakhri, Haji- Daor-e-Tarjma, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur Fun" 48.

17- Shan ul Haq Haqi- Adabi Tarajm ky Msael, Mashmoola, Urdu Zuban me Tarjmey ky Msael, 218.

18- Hamid Baig, Mirza, Dr.- Tarajmy ka Fun (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 1987)43.

19- Iftikhar Arif, Arz-e-Nashir, Mashmoola, Heer Waris Shah (Nasri Urdu Tarjma) Jild-I, (Islamabad: Akadmi Adbiyat Pakistan, 1991)07.

20- As Above, 08.

21- Muzaffar Ali Seyyed- Tarajma ky Asool, Mashmoola, Urdu Zuban me Tarjmey ky Msael, 40.

22- All-e-Ahmad Sarwer- Tarjma ky aur Islah Sazi ky Msael, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur Fun" 164.

23- Shan ul Haq Haqi- Adabi Tarajm ky Msael, Mashmoola, Urdu Zuban me Tarjmey ky Msael, 218.

24- Jilani Kamran, Prof.- Shari Adab ky Tarajm ky Msael aur Mushkilaat, Mashmoola, Urdu Zuban me Tarjmey ky Msael, 229.

25- Nazeer Saddiqi- Guftagu, Mashmoola, Urdu Zuban me Tarjmey ky Msael, 102.

26- Sohail Ahmad Khan, Dr.- Tarjma Talif, Talkhees aur Akhz Krny ka Fun, Mashmoola "Tarjma Rwaet aur Fun", 72.
27- Mazher ul Islam, Dibacha, Heer Waris Shah Urdu Tarjmy ky Sath, Tanveer Bukhari (Islamabad: National Book Foundation, 2013)22.
28- Sharif Kunjahi (Mutarjam), Nasri Urdu Tarjma Heer Waris Shah (Islamabad: Akadmi Adbiyat Pakistan, 1992)343.
29- As Above, 45.
30- As Above, 501.
31- As Above, 600.
32- As Above, 594.
33- As Above, 611.
34- As Above, 219.
35- As Above, 66.
36- Sardar Muhammad Khan- (Muratab) Punjabi Dictionary (Lahore: Pakistan Punjabi Adbi Board, 2009)
37- Tanveer Bukhari (Muratab), Punjabi Urdu Lugat (Lahore: Urdu Science Board, 2000)
38- Sharif Kunjahi (Mutarjam), Nasri Urdu Tarjma Heer Waris Shah, 76.
39- As Above, 119-128.
40- As Above, 351.
41- As Above, 370.
42- As Above, 349.
43- As Above, 254.
44- Feroz Udin, Alhaaj, Molvi, (Muratab) Feroz ul Lugat Urdu Jadeed (Lahore: Feroz Sons, 2007)
45- Tanveer Bukhari (Muratab), Punjabi Urdu Lugat.